ڈاکٹر عطاالرحمٰن میو
ایسوسی ایٹ پروفیسر
لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

گوہرِ آبدار...ڈاکٹر گوہر نوشاہی

ABSTRACT

"Glittering Gym... Gohar Naushahi."

By Dr. Ata-ur-Rahman Meo, Associate Professor, Lahore Grerision University, Lahore.

Dr.Gohar Noshahi is such a gem of the world of Urdu literature whose radiance will last forever.He wrote on topics that had become part of the past .He was one of those researchers who strived hard for his work and had a unique research style.He never relied on secondary sources.He never completed his work until he had seen the original manuscript.He also rendered valuable services in the field of editing.He authored several books and wrote numerous articles which are a rare treasure of Urdu literature.His research and editing services will always be remembered.

Keywords: literature, relied, secondary source, manuscript, valuable, treasure, article,o riginal

اردو ادبی تحقیق وتدوین کی شاہراہ کو منور کرنے اور تحقیقی وقار بخشنے میں جہاں ہمارے اکابرین اردو محققین کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، وہاں ان کی روایات کو درخشاں بنانے میں عہد حاضر کے محققین بھی سرگرم عمل ہیں۔ انھیں میں ایک نام استاد محترم ڈاکٹر گوہر نوشاہی (۱) کا ہے، جنھوں نے اپنی ذاتی کاوش، ذوق، لگن، تحقیق وجستجو کے بے لوث جذبے کو بروئے لاکر پنجاب میں اردو کی گم شدہ روایات اور فراموش شدہ دفینے اور خزینے کو بازیافت کر کے تحقیقی ادب کو تابندگی بخشی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی انفرادیت یہ ہے کہ آپ ایسے موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں، جو قصہ پارینہ بن کر اپنا وجود کھو بیٹھے ہیں۔ اگر تھوڑا بہت ان کا سراغ ملتا ہے تو ان کا بہت سا مواد کرم خوردگی کا شکار ہوکر محققین سے شکوہ کناں نظر آتا ہے۔ غالب کی زبان میں:

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے (۲)

ایسا مواد کبھی ایک عارضے میں مبتلا ہوتو اس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔لیکن جب تن ہی خستگی، بوسیدگی، آب رسیدگی، سوختگی، پیش افتادگی، ورق افتادگی، ناقص الاول، ناقص الآخر، مجہول الطرفین، کرم خوردہ یا خط شکستگی ایسے عوارض ہی بلائے جان بن کر محقق کی آزمائش بن جائیں، محقق کی بے بسی و بے چارگی پر خندہ زن ہوں اور زبان حال سے پکار پکار کر کے مبارزت کی دعوت دے رہے ہوں تو محقق ان سے کنارہ کرنے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔کجا یہ کہ وہ ان سے چھیڑ خانی کر کے کوئی نئی مصیبت مول لے۔

اب کہاں وہ اسلاف کا جذبہ، تحقیقی لگن، جنھوں نے تن تنہا وہ کارنامے انجام دیے، جن کی تکمیل کے لیے اداروں کی ضرورت تھی۔ یہ بزرگ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ جو دل میں ٹھان لی، وہ کر گزرے، دنیا ادھر سے ادھر ہوجائے، یہ اپنی دھن میں مگن اپنے تحقیقی منصوبوں کی تکمیل میں محو استغراق ہیں۔ نہ کھانے پینے کا ہوش، نہ اوڑھنے پہننے کی خواہش، نہ نام ونمود کی چاہت، نہ جاہ ومنصب اور مال ومتاع کا لالچ، یہی وہ اوصاف ہیں جن پر عمل پیرا ہوکر ہمارے اسلاف نے ناموری پائی۔ سرسید احمد خاں، شبلی نعمانی، حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود، مولوی عبدالحق، امتیاز علی خاں عرشی، مسعود حسین رضوی ادیب، مشفق خواجہ، مالک رام، رشید حسن خاں، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی اور دیگر، ایک طویل فہرست ہے، جن کے کارناموں سے آسمان تحقیق جگمگا رہا ہے۔ انھیں میں سے ایک گوہر تابدار، گوہر نوشاہی ہے۔ گوہر کس زبان کا لفظ ہے اس کے معنی کیا ہیں؟ ملاحظہ ہوں:

> "گوہر" فارسی زبان کا لفظ ہے، اردو میں فارسی سے ماخوذ ہے اور بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ ۱۶۱۱ء کو "کلیات قلی قطب شاہ" میں مستعمل ملتا ہے۔اس کے معنی موتی، قیمتی پتھر جیسے یاقوت یا ہیرا وغیرہ آدمی کی چھپی ہوئی خوبیاں، عقل دانش، پوشیدہ صلاحیت جوہر۔"(۳)

گوہر نوشاہی واقعی بیش قیمت گوہر ہیں۔ وہ اپنے قلمی نام کی طرح اسم بامسمّٰی ہیں۔ مذکورہ بالا تمام معانی ومفاہیم ان کی ذات کا حصہ ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ عصر حاضر میں ان کا شمار گنے چنے چند محققین میں ہوتا ہے جو پوری لگن اور تندہی کے ساتھ اپنے جملہ حواس خمسہ کے ساتھ تحقیقی فتوحات کا علم بلند رکھنے میں اپنی ساری توانائیاں (دامے، درمے، قدمے، سخنے) صرف کر رہے ہیں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا، ڈاکٹر صاحب پنجاب کے قدیم اردو ماخذات کے شناور ہیں۔ نیز یہاں اردو زبان وادب کی ترویج وترقی اور نشوونما پر ہونے والے کام پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ لاہور کا خاندان چشت ہو یا بٹالہ کا سید خاندان، فقیر خاندان ہو یا خانوادۂ آزاد، کوئی بھی نادر ونایاب مآخذ ان کی عقابی نظروں سے اوجھل نہیں۔

تحقیق وتدوین کی گتھیاں سلجھانا ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا علمی وادبی ذوق ہے۔ پرانے نوادرات کی جمع آوری، قدیم مخطوطات کی دریافت، خطی نسخوں کی خواندگی، تذکروں کی چھان بین، قدیم نسخوں کا دوسرے نسخوں سے موازنہ ومطالعہ، قدیم رسائل وجرائد سے بنیادی مآخذ اکٹھے کر کے یادگار کی صورت دینا، جیسے "یادگار سرسید"، تحقیقی زاویے، ادبی زاویے اور تحقیقی

تناظر، وغیرہ ان کے خالصتاً تحقیقی وتدوینی لگاؤ کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ان کے اس ذوق کی ابتدا تو زمانہ طالب علمی ہی میں ہوگئی تھی۔ جب وہ اپنی دیگر خواہشات کے مقابلے علمی وادبی نوادرات کی چھان پھٹک اور ان کے حصول کے لیے کوشاں نظر آتے تھے۔ جس کی گواہی ان کے ہم جماعت اور معاصرین میاں نیر حسن، ایڈوکیٹ، قصور (مرحوم)،[4] ارشاد احمد حقانی،[5] تبسم کاشمیری،[6] اکرام چغتائی،[7] بھی دیتے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو اس فانی دنیا سے کوچ کر چکے ہیں۔ جبکہ کچھ حیات ہیں جو ادبی وتحقیقی کام انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی تحقیقی وتدوینی تربیت ڈاکٹر وحید قریشی مرحوم کے زیر سایہ ہوئی۔ ڈاکٹر وحید قریشی اپنی زندگی میں ہی انھیں اپنا جانشین قرار دے چکے تھے۔ یہ بات پروفیسر محمد صدیق ظفر[8] نے ایک ملاقات میں راقم الحروف کو بتائی کہ ڈاکٹر وحید قریشی کہا کرتے تھے کہ اگر تحقیق میں میرا کوئی صحیح معنوں میں جانشین ہے تو وہ گوہر نوشاہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وہ سلیقہ اور تحقیقی اسلوب عطا کیا ہے کہ مجھے اس پر فخر ہے۔ ذیل میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی انھی خوبیوں کا اجمالی احاطہ پیش خدمت ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تحقیقی وتدوینی خصوصیات کا احاطہ یوں کر سکتے ہیں:

۱۔ تحقیقی کام حتی المقدور دستیاب وسائل کی روشنی میں تحقیقی دیانت اور تحقیقی وتنقیدی بصیرت کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔

۲۔ داخلی وخارجی شہادتوں کی مدد سے مصنف کا خاکہ مرتب کرنے میں مہارت رکھتے ہیں۔

۳۔ مخطوطہ شناسی میں ملکہ رکھتے ہیں۔ اس کے باطن میں غواصی کر کے داخلی شہادتیں اکٹھی کر کے ایک پورے عہد کی داستان مرتب کر دیتے ہیں۔

۴۔ کاغذ شناس ہیں۔ زبان سے چکھ کر کاغذ کی قدامت، بناوٹ، کتنے گرام کا ہے؟ کہاں کا بنا ہوا ہے؟ ولایتی ہے، مقامی، کس شہر کا بنا ہوا ہے، بیان کرنے میں قدرت رکھتے ہیں۔

۵۔ املائی تغیرات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ کس دور کا املا ہے؟ الفاظ کی بناوٹ کیا تھی؟

۶۔ مختلف عہد میں کون کون سے خط مروج رہے؟ خط نسخ، خط نستعلیق، خط ماہی، خط گلزار، خط ثلث، خط دیوانی، خط رقاع، خط کوفی، خط محقق، خط طاؤس، خط رعنا، ڈاکٹر صاحب ان کی تاریخ سے آگاہ ہیں۔

۷۔ مخطوطہ، بیاض، قدیم مسودات، قلمی نسخے پڑھنے کی صلاحیت ان کی پہچان ہے۔

۸۔ کسی بھی متن کے معائب ومحاسن کے بارے میں ان کی رائے سند کا درجہ رکھتی ہے۔

۹۔ تحقیق کی جملہ خوبیوں سے متصف ہیں۔

۱۰۔ تحقیق طلب موضوعات پر گہری نگاہ ہے۔ کس موضوع پر ایم اے کی سطح کا مقالہ لکھا جا سکتا ہے، کس پر ایم فل کا اور کس پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا جائے، اس حوالے سے ان کی صائب رائے کا احترام کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اپنے تحقیقی وژن کو بروئے کار لاتے ہوئے ادب کے نایاب دفینوں میں غواصی کر کے نادر

صدف تلاشے ہیں۔ وہ اپنے تحقیقی اسلوب میں یکتا ہیں۔ جب تک اصل مآخذ تک رسائی نہ ہو، اسے دیکھ نہ لیں اپنا مسودہ مکمل نہیں کرتے۔ ان کے بہت سے مسودے ان سے تکمیل کا تقاضا کر رہے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ثانوی مآخذ پر اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں۔ راقم الحروف نے ان کی لائبریری میں خود بہت سے نامکمل مسودات دیکھے ہیں۔ جو اپنے اظہار کے لیے بے چین ہیں۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی پنجاب میں اردو زبان و ادب کے قدیم مآخذات کے شناور ہیں۔ اگر ان کے بتائے ہوئے مآخذات کی روشنی میں مزید تحقیقی چھان پھٹک کی جائے۔ تو اردو زبان کے آغاز اور مولد ومنشا کے ضمن میں پنجاب کا چہرہ مزید اجالا ہوسکتا ہے۔ اس کے لیے حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی طرح کی ہمت، استقلال، حوصلہ، قدیم مآخذات کی شناوری اور چیتے کا جگر چاہیے۔ تبھی ایسے دقیق اور مشکل مرحلے انجام پا سکتے ہیں۔ ذیل میں ڈاکٹر صاحب کے مضامین کے چیدہ چیدہ جملے پیش خدمت ہیں۔ جو ڈاکٹر صاحب کے اسلوب کے آئینہ دار ہیں:

-۔ اس موضوع کو کوہ ندا کا بلاوا سمجھ کر قریب نہیں آنے دیا۔

"-- پنجاب میں اردو" تاریخ ادب اردو کا ایک ایسا باب ہے جس پر ابھی تک شایان شان کام نہیں ہوسکا۔

-- اردو ہندی نزاع انگریزوں کی استعمار گرانہ سیاست کا شاخسانہ تھا۔

-- رشید حسن خاں اپنی ریاضت اور کنج کاوی میں ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہوجاتے ہیں۔

-- جعفر زٹلی اردو زبان کے اولین معماروں میں تھے، جنھوں نے اردو کے شعری نثری ادب کو اظہار و ابلاغ کے وہ سانچے دیے، جن سے اس دور کا معاشرہ محروم تھا۔

-- ہماری آئندہ نسلیں علامہ اقبال کا نام پاکستان کی تاریخ میں پڑھیں گی اور ان کے کلام اور افکار کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوں گی۔

-- دور حاضر میں برطانیہ مختلف تہذیبوں، نسلی گروہوں اور لسانی وحدتوں کا جنگل نظر آتا ہے۔

-- رشید حسن خاں نے کلاسیکی متون کی تدوین اور تفہیم میں مجتہدانہ شہرت حاصل کی۔

-- پاکستان میں لاتعداد نجی ذخیرے اور کتب خانے ایسے ہیں، جو اہلِ علم کے گھروں میں گمنامی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

-- ہمارا محقق کنواں کھود کر پانی پیتا ہے اور کنواں کھودنے کے لیے بھی وسائل میسر نہیں۔

-- پنجاب میں اردو ادب کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود اردو زبان کی۔

-- پنجاب کو کسی عہد میں بھی اردو ادب کے لیے سرکاری یا درباری سرپرستی نصیب نہیں ہوئی۔

--سرمکنون کی روایت پنجاب میں لکھے جانے والے اردو ادب کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔

-- رشید حسن خاں کے کام کی عظمت یہ ہے کہ انھوں نے اخلاقی اقدار سے محروم ایک شخص کے فحش اور غیر مہذب کلام کو جدید فنِ تدوین کے مطابق مرتب کیا۔

☆ تدوینی اصطلاحات کے استعمال کا انداز ملاحظہ ہو:

--مخطوطے کے تمام اوراق آسیب دیدہ اور دیمک خوردہ ہیں۔

--فارسی کے بغیر اردو زبان کے تخلیقی سوتے خشک، بے تاثیر، بے ثمر اور بانجھ ہو کر رہ جائیں۔

--تحقیق میں کوئی بات حرفِ آخر نہیں ہوتی، علم و ادب کی زمین اپنے خزانے اگلتی رہتی ہے، جو تحقیق کی روایت کو قائم رکھتے ہیں۔

-- بیاض میں کئی جگہ ورق افتادگی کا پتا چلتا ہے۔

-- جامع الاشعار کے مصنف نے کتاب کے آغاز میں کوئی دیباچہ تحریر نہیں کیا، جس سے تذکرے کے سبب تالیف، مآخذ اور روشِ انتخاب پر روشنی پڑتی ہو۔

-- یائے معروف کو مدور اور مجہول کو برگشت کی شکل میں نہیں لکھا گیا۔

--- ناقص الآخر ہونے کے باعث اس نسخے کی تاریخ کتابت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

-- ان کا دیوان فصاحت بیان، نکتہ ہائے برجستہ، زبان پاکیزہ، عبارت شستہ، رنگینی معنی شوخی، مضمون، غرابت تشبیہ، تازگی طرز اور اقسام سخن سے مملو ہے۔ کتاب کی چھپائی بے حد روشن ہے، خط کی روش نستعلیق، شکستہ ہے۔

--عبارتیں چست اور فقرے موزوں ہوں۔

ڈاکٹر صاحب کی تحریریں تحقیقی و تدوینی اصولوں کا عمدہ مرقع ہیں۔ ان کی تحریروں سے اخذ کردہ جملے تحقیقی و تدوینی اسلوب کا مظہر ہیں۔ ان کا گہرائی و گیرائی سے جائزہ اس بات پر دال ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیاض ہو، قلمی مسودہ ہو، مخطوطہ ہو، خواہ ان کی کیسی ہی بد سے بدتر حالت ہو، ڈاکٹر صاحب ان کی چھان بین، ناپ تول، خط شناسی، کاغذ شناسی، املائی نظام، کاتب کے قلم کی مہارتوں کی شناخت پر قدرت رکھتے ہیں۔ کاغذ کا سائز کیا ہے؟ حاشیہ کتنا ہے؟ حوض کتنا ہے۔ کتنی سطور ایک صفحہ پر ہیں؟ ایک سطر میں کتنے حروف ہیں؟ ان کا املا کیسا ہے؟ خطِ تحریر کون سا ہے؟ روشنائی کی کیا صورت ہے، کاتب کون ہے؟ ترقیمہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو اس میں کیا معلومات درج ہیں؟ ڈاکٹر صاحب کا تحقیقی و تدوینی اسلوب میں تدوین فہمی کے بیش بہا گر ہیں۔ نو آموز محققین اس کے مطالعے سے اپنی تحقیقی و تدوینی صلاحیتوں کو نکھار سکتے ہیں لیکن محنت شرط ہے۔ وہ جو ذوق نے کہا ہے:

دست ہمت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو (۹)

ذیل میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی مخطوطہ شناسی کی عملی مثالیں دیکھیے:

"نسخہ شناسی، کاغذ شناسی اور خط شناسی اور املائی تغیرات پر گوہر نوشاہی کی مہارت ملاحظہ ہو، کس طرح ہر شے کو پرکھتے ہیں: "ب"، ذخیرۂ شیرانی نمبر ۱۸۶۳، سائز ''۷x۴'':''۱۰-۶'x۳.۵۔فولیو ۱۲۔سطور فی صفحہ ۹، کاغذ سیالکوٹی بھورا چکنا، جھلسا ہوا، کرم خوردہ، جابجا پانی کے دھبے، اشعار فی صفحہ اوسطاً ۹ مصرعے آمنے سامنے، خط نستعلیق، عنوانات سرخ سیاہی سے۔"(۱۰)

"ایک دوسرے نسخے کا تجزیہ ملاحظہ ہو: "ج"، ذخیرہ شیرانی نمبر ۱۸۶۳، سائز ''۷x۴'':''۱۰-x۳'۶'.۵فولیو ۸۔ اشعار فی صفحہ ۱۵، کاغذ بھورا چکنا جھلسا ہوا، حاشیے سے کرم خوردہ، جابجا پانی کے دھبے، کناروں پر سرخ سیاہی کی لکیریں، عنوانات سرخ سیاہی سے، متن کے درمیان ور کناروں پر فارسی زبان میں شرح ہے۔ شارح نامعلوم، کاتب نامعلوم، خط نستعلیق، بیشتر الفاظ کی کتابت مرکب، یائے معروف اور مجہول کا فرق نہیں، یک چشمی اور دو چشمی ہائے میں امتیاز نہیں۔"(۱۱)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اپنی تحریروں میں جو اصطلاحات برتی ہیں، ان سے ان کی زبان و بیان پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے، چند ملاحظہ ہوں:

''ورق کا چانپا، ورق افتادگی، املائی نظام، حروف تنفّسی، پراگندہ متن، جلی خط، سوقیانہ عمل، شاعری کا ٹھپہ، ناشناختہ اور بے تاریخ، آسیب دیدہ، دیمک خوردہ، سافط اموزن، الحاقی کلام، لنگوا فرانکا، افتاد طبع، صوفیانہ مقامات، باطنی رموز حقائق، تحقیقی نقائص، اشتباہات، ترقیمہ، نون غنہ اور نون سالم، غیر ہائیہ حروف، تشابہات اور اختلافات، مقتضیات، ٹھوس اور پختہ کار، بے نیل مرام، معزز و ممتاز، مسلم الثبوت، خیمہ دوزی، جمیع اصناف سخن، نزاکت اور فصاحت، قوت نامیہ، وجدانی تاثیر، مطلب برآری تنقیص اور تضحیک، دور انحطاط، زاہدان پاکباز، جوانان رعنا، زلف گیر، تعیش پرستی، سیلانی طبیعت، نکتہ شناساں، خاتمۃ الطبع، قوت مشاہدہ قافیہ پیمائی، عنایت ایزدی، ادب آموزی، شریف و لطیف، پند و نصیحت، زبان کا چٹخارہ۔''

یہاں ڈاکٹر صاحب کے اسلوب کی وضاحت کے لیے ان کی کچھ دیگر کتب کا تذکرہ بھی ہوجائے تو بے محل نہ ہوگا۔ یہ کتابیں ڈاکٹر صاحب نے مجلس ترقی ادب سے وابستگی کے دوران مدون کیں:

"بیتال پچیسی" کی تدوین اور اس کا مقدمہ لکھنے کے لیے ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے پچیس سے زیادہ قدیم ماخذات سے استفادہ کیا، جس سے ڈاکٹر صاحب کے تحقیقی وژن اور ژرف نگاہی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے بیتال پچیسی میں ۲۵ کہانیاں ہیں۔ جومختلف زبانوں میں ترجمہ ہوئیں۔سنسکرت، تامل، کناری، ہندی، فارسی، اردو، مراٹھی، گجراتی، بنگالی، تبی، منگول، جرمن، فرینچ، اطالوی، یونانی، سویڈش، انگریزی، زبانوں میں مختلف ادوار میں اس کے تراجم سامنے آئے، جس سے ان کہانیوں کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ کہانیاں پندونصائح کی عمدہ مثال ہیں۔ان کہانیوں کے ذریعے معاشرتی بگاڑ کی سدھار کی کوشش کارفرما ہے۔ یہ کہانیاں ایک بیتال (بھوت) راجا بکرماجیت کو سناتا ہے۔"(۱۲)

مثنوی رمز العشق مع چرخی نامہ، مصنفہ غلام قادر شاہ، مرتبہ گوہر نوشاہی پنجاب میں اردو کے قدیم مآخذات کے حوالے سے اہم کتاب ہے۔ گوہر نوشاہی کا وصف یہ ہے کہ قدیم مآخذات پر ان کی گہری نظر ہے، وہ جانتے ہیں کہ یہ خزینے کہاں کہاں موجود ہیں اور ان سے کیسے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔انھیں میں ایک خزینہ مثنوی رمز العشق ہے۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"بارہویں صدی ہجری کا زمانہ پنجاب میں اردو زبان وادب کی ترویج کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ یوں تو اس دور میں پنجاب کے سبھی حصوں میں اردو زبان صوفیہ کے ہاں ذریعہ اظہار کے طور پر مقبول ہو چکی تھی۔لیکن جس خطے نے اس سلسلے میں سب سے اہم خدمات انجام دیں، وہ بٹالہ ضلع گورداسپور کا علاقہ ہے، جہاں پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ حضرت سید ابو الفرح محمد فاضل الدین بٹالوی اور ان کے ارادت مندوں نے تصنیف وتالیف کے ذریعے مذہبی تبلیغ کو جاری کیا۔ پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے اس ادبی مرکز "بٹالہ تحریک" کا نام دیا ہے۔"مثنوی رمز العشق کے مصنف سید غلام قادر بٹالوی بھی اسی خاندان کے فرد تھے۔ وہ حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین کے فرزند اور بٹالہ تحریک کے روح رواں تھے۔"(۱۳)

مثنوی "رمز العشق" تصوف کے مضامین پر مبنی ہے۔تصوف کی اصطلاحات جیسے اثبات، اجسام نورانی، احدیت، اسمائے الٰہی کیانی، اعیان، برزخ وغیرہ کے ذریعے روحانی مدارج طے کرنے کے گر بتائے ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مقدمے کی تیاری کے لیے اہم ماخذات سے استفادہ کیا۔

"نتائج المعانی" محمود بیگ راحت کی تصنیف ہے، جو مومن خاں مومن کے شاگرد تھے۔ پہلا ایڈیشن ۱۸۷۴ء میں مطبع میڈیکل پریس آگرہ سے شائع ہوا۔

سائز ۸/۱۸x۲۲،صفحات ۱۵۲، ہر صفحے پر ۱۵ سطریں اور کم و بیش ۱۸ حروف ہیں۔

کاغذ سفید۔

ترتیب میں اعراب اور اوقاف کی پابندی کہیں نظر نہیں آتی۔

--ممنونم: استاد محترم ڈاکٹر وحید قریشی صاحب، محترم کلب علی خاں فائق صاحب، ملک احمد نواز انچارج اردو سیکشن، پنجاب یونی ورسٹی لاہور۔"(۱۴)

-- ڈاکٹر گوہر نوشاہی داخلی و خارجی شواہد کا بڑی عمیق نظری سے جائزہ لیتے ہیں۔ داخلی شواہد کی مدد سے مصنف کی سوانح عمری یا مصنف کا تسلی بخش خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ "نتائج المعانی" حکایات کا مجموعہ ہے۔ ان میں ۱۹ حکایات مصنف کی اپنی ذات سے وابستہ ہیں۔

-- گوہر نوشاہی سنی سنائی باتوں کی بجائے مستند شہادتوں کی روشنی میں تحقیقی مینار تعمیر کرتے ہیں۔ ان کے تحقیقی کام میں جدید دور کے دریافت شدہ تقاضوں کی مدد سے اضافہ تو کیا جا سکتا ہے لیکن اسے جھٹلانا یا رد کرنا ممکن نہیں۔

گوہر نوشاہی لکھتے ہیں:

> "نتائج المعانی مصنف آغا محمود بیگ راحت کے بارے میں کسی تذکرے یا کسی بیرونی ماخذ سے مکمل معلومات یا تفصیل حاصل نہیں ہوتی، لیکن کتاب کے متن میں جو بجائے خود مصنف کی ذاتی واردات پر مشتمل ہے، بے شمار شہادتیں ایسی موجود ہیں۔ جن سے مصنف کے حالات زندگی کا ایک تسلی بخش خاکہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔"(۱۵)

''فرہنگ مشترک'' ای سی او ممالک میں بولے جانے والے ہم معنی الفاظ، تالیف: ڈاکٹر گوہر نوشاہی ہے۔ یہ لسانی حوالے سے بہت عمدہ کاوش ہے۔ جسے بے حد پذیرائی ملی۔ نیز لسانی و تہذیبی حوالے سے ای سی او ممالک میں قربت و یگانگت کے رشتے پروان چڑھے۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی فرہنگ مشترک کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> "ای سی او تنظیم دس ممالک پاکستان، افغانستان، ایران، ترکی، تاجکستان، ترکمانستان، قازقستان، قرغیزستان اور آذربائیجان پر مشتمل ہے۔ فرہنگ مشترک میں انھی دس ممالک کی قومی زبانوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ زبانیں بالترتیب اردو، دری، فارسی، ترکی، تاجکی، ازبکی، ترکمن، قازق، قرغیز اور آذری کے نام سے مشہور ہیں۔"(۱۶)

''مطالعہ اقبال'' مرتبہ گوہر نوشاہی کی مجلہ اقبال میں شائع منتخب ہونے والے مقالات پر مشتمل کتاب ہے۔جس کا پیش لفظ ڈاکٹر محمد جہانگیر خاں نے لکھا ہے۔دیباچہ اور تعارف نامہ کتاب کے مرتب ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا تحریر کردہ ہے۔فہرست مضامین کو مختلف عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے۔سوانح، مباحث، تنقید، نوادر کل انیس مضامین کا انتخاب کتاب کا حصہ ہیں: ڈاکٹر محمد جہانگیر خان لکھتے ہیں:

"مطالعہ اقبال میں ان مقالات کا انتخاب شامل ہے جو ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۰ء تک علامہ اقبال کی حیات اور افکار کے موضوع پر مجلہ اقبال میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ یہ مجموعہ مجلہ اقبال کے مدیر معاون اور اردو کے نوجوان ادیب گوہر نوشاہی صاحب نے مرتب کیا ہے۔کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔"(۱۷)

''پدماوت اردو'' (تصنیف دو شاعر) مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، ایک اہم تحقیقی وتدوینی کاوش ہے۔ پدماوت کے فارسی زبان میں مختلف ناموں سے ۱۳ قصے ملتے ہیں۔جنھیں مختلف افراد نے تحریر کیا ہے۔

فارسی زبان میں پدماوت کو سب سے پہلے عبدالشکور بزمی نے بہ عہد جہانگیر ۱۶۱۸ء (۱۰۲۸ھ) میں لکھا۔جبکہ اردو نثر میں پدماوت کو سب سے پہلے مرزا عنایت علی بیگ عنایت لکھنوی نے لکھا اور اس کا نام "پدماوت بھا کا مترجم" ہے۔اس طرح دس نسخوں کا سراغ ملتا ہے۔اردو نظم میں پدماوت کی سات روایتیں سامنے آتی ہیں۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے پدماوت اردو کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے تحقیقی وتدوینی اصولوں کو احسن طریقے سے برتا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"میر ضیاء الدین عبرت نے فائق کے بقول ۱۲۰۴ھ بمطابق ۱۷۸۹ء یا ۱۷۹۰ء کے قریب ملک محمد جائسی کی بیان کردہ مشہور داستان پدماوت کو اردو نظم میں منتقل کرنا شروع کیا۔ ماخذ کے طور پر جس کتاب کو سامنے رکھا گیا۔ وہ عاقل خاں رازی کی تصنیف "شمع و پروانہ" تھی۔عبرت نے اقرار کیا ہے کہ انھوں نے عاقل خاں رازی کی مثنوی سے محض قصے کے مطالب اخذ کیے ہیں۔اسلوب اور پیرایۂ اظہار نہیں لیا، کیوں کہ اس چیز کو عبرت سرقہ سمجھتے تھے۔"(۱۸)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے تدوینی مراحل بڑی خوبی سے نبھائے ہیں۔انھوں نے مختلف نسخوں سے اشعار کا تقابلی جائزہ بھی پیش کیا ہے اور اپنی تنقیدی بصیرت کی بدولت حقیقی ماخذات کی روشنی میں حقائق بیان کیے ہیں۔گوہر نوشاہی نے اسلاف کی تحقیقی وتدوینی روایات کو روشن سے روشن تر کیا ہے یہی ان کی حیات کا مقصد ہے کہ ہم علم وادب اور تحقیق وتدوین کے میدان میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیں کہ آنے والی نسلیں ان پر فخر کرسکیں۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی مطبوعہ کتب کی تعداد تقریباً ۳۵ ہیں جو اردو ادب کا انمول اثاثہ ہیں، علاوہ ازیں دو سو سے

زائد مضامین اردو کے تحقیقی وتنقیدی ادب کا سرمایہ ہیں۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی زمانہ طالب علمی سے ہی ہر معاملے پر غور وفکر اور فلسفیانہ سوچ کے حامل تھے۔ان کے کلاس فیلوز کا کہنا ہے کہ انھوں نے بلا کا تخلیقی وتحقیقی ذہن پایا ہے۔بی۔اے کی کلاس میں پڑھ رہے تھے کہ اورینٹل کالج میں طرحی مشاعرہ ہوا۔میاں نیر حسن نے کہا، گوہر آج مشاعرہ ہے، حصہ نہیں لو گے، کہا کیوں نہیں، سول لائنز کالج سے اورینٹل کالج تک پہنچتے پہنچتے غزل کہہ لی۔راستے میں بڑے اعتماد سے کہا، مشاعرے میں پہلا انعام میرا ہی ہوگا۔مشاعرے کے نتائج نے ان کی بات سچ کردی اور ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے بڑے فخر سے پہلا انعام وصول کیا۔میاں نیر حسن کا یہ بھی کہنا تھا کہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی اپنا جیب خرچ قدیم رسائل وجرائد اور کتابوں کی خریداری پر خرچ کرتے تھے۔گھر میں ایک چٹائی پر قدیم مآخذات کا انبار ان کا سب سے بڑا اثاثہ تھا اور وہ اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو علمی وادبی میراث اپنے والد الحاج محمد حیات نوشاہی سے ورثے میں ملی ہے۔ان کے والد ایک باعمل صوفی تھے، روحانیت کا یہ چراغ گوہر نوشاہی کے بڑے بھائی خادم میراں اور خود گوہر نوشاہی کو بھی منتقل ہوا۔گوہر نوشاہی علمی وادبی تعصب سے بے نیاز ہوکر ہر علوم کو پڑھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ان کی ذات فرقہ واریت سے مبرا ہے۔وہ ہر بات اختصار وجامعیت اور دلائل سے کرتے ہیں۔فریق مخالف کو ان کی بات پر صاد کرنا ہی پڑتا ہے۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے ۱۹۶۵ء میں ایم اے اردو کرنے کے بعد اورینٹل کالج پنجاب یونی ورسٹی میں پنجابی کے لیکچرار کے طور پر ایک ملازمت کی، اسی اثنا میں انھیں مجلس ترقی ادب میں مدیر تالیفات کا تقرر نامہ مل گیا۔ جہاں انھوں نے تقریباً چھ سال تصنیف وتالیف اور تدوینی کارنامے انجام دیے، مجلس سے ان کی چھ اہم تدوین کی ہوئی کتب شائع ہوئیں۔یہ کتب پنجاب میں اردو زبان وادب کے قدیم مآخذات کا نادر ونایاب حوالہ ہیں۔مجلس ترقی ادب کی ملازمت کے دوران ہی انھیں ایران میں ملازمت کا پروانہ مل گیا۔ جہاں انھوں نے تقریباً ساڑھے سات سال مشہد یونی ورسٹی مشہد ایران میں بطور پروفیسر شعبہ اردو پاکستان شناسی میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ایران میں رہتے ہوئے انھوں نے بزبان فارسی نو مقالات تحریر کیے جو ایرانی رسائل وجرائد میں شائع ہوئے۔علاوہ ازیں تین فارسی کتابیں بھی طبع کروائیں۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے تین سال پاکستان ایجوکیشنل سنٹر، دوحہ میں تدریسی فرائض نبھائے۔ جبکہ تقریباً پندرہ سال مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد میں معاون علمی، نائب ناظم دار التصنیف اور نائب ناظم شعبہ درسیات کے طور پر خدمات انجام دیں۔ ۲۰۰۰ء سے نمل اسلام آباد سے وابستہ ہوگئے۔ جہاں ایم۔اے، اردو، ایم فل اردو اور پی ایچ۔ڈی اردو کی کلاسیں پڑھائیں اور مقالات کی نگرانی کی۔ ان کی نگرانی میں تین سو زائد مقالات لکھے گئے۔ انھوں نے پنجاب کے مآخذات پر چالیس سے زائد مقالات تحریر کیے۔ جو ملکی اور بین الاقوامی جرائد میں طبع ہوئے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے نامور علمی وادبی لوگوں، امتیاز علی تاج، پروفیسر حمید احمد خاں، خلیل الرحمٰن داؤدی، انتظار حسین، نائب حسین نقوی، خالد نظیر صوفی کے علمی وتدوینی کاموں میں علمی معاونت کی۔آٹھ سے زیادہ تالیفات کے لیے مقالات قلم بند کیے، جو ان تالیفات میں شامل ہیں۔ڈاکٹر گوہر

نوشاہی پر جو مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔

۱۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی ایک مطالعہ، ڈاکٹر شفیق انجم

۲۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق، پروفیسر محمد افضل صفی (مقالہ برائے ایم فل اردو)۲۰۰۹ء

۳۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی علمی وادبی خدمات، تہمینہ نذیر، مقالہ برائے ایم اے اردو، قائداعظم یونی ورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

۴۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی تدوینی خدمات، بینا رشید، مقالہ برائے ایم اے اردو، گورنمنٹ ایم۔اے۔ او۔کالج، لاہور، ۲۰۱۰ء

۵۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی اور ان کے خاندان کی علمی وادبی خدمات، نرگس شاہین، مقالہ برائے ایم فل اردو، نادرن یونی ورسٹی، نوشہرہ، ۲۰۱۲ء

راقم الحروف نے گورنمنٹ اسلامیہ کالج، قصور میں تعیناتی کے دوران کالج کا مجلہ ''الادب'' مرتب کیا۔ یہ پاکستان کی جشن طلائی کے حوالے سے خاص طلائی نمبر تھا، جس میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا ایک گوشہ بھی مرتب کیا گیا جو ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی سوانحی، علمی اور تحقیقی خدمات کے حوالے سے محققین کے لیے افادیت کا حامل ہے۔

۶۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی تدریسی خدمات، محمد طارق، مقالہ برائے ایم فل اردو، منہاج یونی ورسٹی لاہور، ۲۰۱۴ء

۷- نادرن یونی ورسٹی، نوشہرہ سے ہی ان پر پی ایچ۔ڈی اردو کا مقالہ لکھا جا رہا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیلات، تصانیف وتالیفات، تحقیقی وتدوینی کارناموں مطبوعہ وغیر مطبوعہ مقالات، اہم ادبی مشاہیر کے ساتھ علمی معاونت اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی علمی، تحقیقی، تدوینی اور ادبی میدان میں عالم گیر شہرت کے حامل ہیں۔تحقیق کبھی مکمل نہیں ہوتی۔ یہ تلاش وجستجو کا سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے تا آنکہ اصل کی روح میں جھانکا جا سکے۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے نہایت عرق ریزی اور کٹھن مراحل سے ماخذات تلاشے اور تحقیق کی کڑیوں کو آپس میں جوڑنے کی سعی کی لیکن تحقیق میں تسامحات رہ جاتے ہیں۔اشباع کی بنا پر کچھ صحت متون مشکوک ہوجاتی ہے۔۔کچھ ایسا معاملہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے ساتھ بھی پیش آیا۔رفاقت علی شاہد، ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی مرتب کردہ مثنوی ''رمزالعشق'' کا تحقیقی وتنقیدی زاویہ نگاہ سے تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ترتیب مثنوی میں مرتب (گوہر نوشاہی) نے ''رمزالعشق'' کے چار قلمی اور دو مطبوعہ نسخوں سے استفادہ کیا ہے، لیکن ایک اہم ماخذ کو درخور اعتنا نہیں سمجھا حالاں کہ یہ ماخذ اول تا آخر، مثنوی کی ترتیب میں، ان کے پیشِ نظر رہا۔میری مراد شیرانی صاحب کی کتاب ''پنجاب میں اردو' سے ہے۔شیرانی صاحب نے ''پنجاب میں اردو' میں ''مثنوی رمزالعشق'' کے نمونے کے جو اشعار درج کیے ہیں، گوہر نوشاہی صاحب کے

مرتبہ متن کے اشعار میں اور ان اشعار میں خاصے اختلاف پائے جاتے ہیں جس کی نشاندہی گوہر نوشاہی کے متن میں شامل حواشی میں نہیں ملتی۔ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ انھوں نے ''پنجاب میں اردو'' سے استفادہ نہیں کیا۔اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ گوہر نوشاہی صاحب نے ''مثنوی رمزالعشق'' کے مقدمے میں، آخر میں ان نسخوں کی تفصیل درج کی ہے جن سے مثنوی کی ترتیب کے سلسلے میں انھوں نے استفادہ کیا ہے۔ اس فہرست میں ''پنجاب میں اردو'' شامل نہیں۔''(۱۹)

کہیں کہیں پر ڈاکٹر گوہر نوشاہی قارئین کی سہولت کے لیے اصول تحقیق وتدوین سے روگردانی کرتے بھی دکھائی دیتے ہیں کہ متون کو مرتب کرتے ہوئے قدیم طرز املا پر جدید طرز املا کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالاں کہ وہ املائی تغیرات پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ یہاں پر ان کی منشا اصول تحقیق وتدوین کی خلاف ورزی نہیں بلکہ قاری کی سہولت پیشِ نظر ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب مصادر کے استناد کے معاملے میں ہمیشہ احتیاط کے قائل رہے لیکن جہاں پر مستند ماخذات تک ان کی رسائی نہ ہوسکی، وہاں وہ اپنی حتمی رائے دینے سے گریزاں رہے اور محض حوالہ دینے پر ہی اکتفا کیا۔ان کی تحقیقات میں بتدریج ارتقائی عمل کا تاثر بھی سامنے آتا ہے۔ اس کی واضح مثال تحقیقی زاویے میں درج آغا محمود بیگ راحت کے متعلق دو مقالات ہیں۔اول نتائج المعانی کے تحت مقالے میں آغا محمود کے بارے منتشر معلومات ہیں جبکہ دو برس بعد محمود بیگ راحت ہی کی مثنوی ''ہشت عدل'' کے مقدمہ میں انھوں تمام معلومات کو یکجا کر کے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے ساتھ مرتب کیا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شبانہ روز اور ان تھک محنت سے منظر عام پر آنے والے تحقیقی مقالات پنجاب کے ماخذات کا اہم حوالہ ہیں جن کی مدد سے پنجاب میں اردو زبان وادب کے مآخذات کے بارے میں آگہی مل سکتی ہے۔ امید ہے ان مآخذات کے بل بوتے پر تحقیق وجستجو کا ایک نیا سلسلہ شروع ہوگا۔جس کی بدولت لائبریریوں اور نجی کتب خانوں میں موجود مخطوطات، قلمی مسودات، قدیم رسائل وجرائد کی چھان بین کرکے پنجاب میں اردو زبان وادب کا کھوج لگایا جاسکے گا۔

جب یہ مضمون لکھا جا رہا تھا تو ڈاکٹر صاحب کے سانحہ ارتحال کی خبر موصول ہوئی۔ڈاکٹر صاحب انتہائی شفیق، خلیق، نفیس، محبتیں بانٹنے والے انسان تھے۔خالق کائنات نے انھیں گونا گوں عمدہ خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔انتہائی منکسر المزاج، عجز وانکساری کا پیکر تھے۔تحقیق وتدوین، تدریسی امور کے علاوہ دیگر علوم پر وسیع مطالعہ کے حامل تھے۔اپنی زندگی کے آخری تین/ چار ماہ بڑی ہمت اور حوصلے سے بیماری کا مقابلہ کیا۔موت جیت گئی، زندگی ہار گئی، زندگی کو ہارنا ہی پڑتا ہے۔ یہی قانون فطرت ہے۔

ان کی وفات کے موقع پر مختلف اخبارات نے تعزیتی پیغام جاری کیے اور اس عظیم سانحے پر گہرے افسوس کا اظہار

کیا۔ چیرمین اکادمی ادبیات نے خصوصی تعزیتی ریفرنس کا انعقاد کیا اور ان کی علمی و ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کے انتقال پر ملال پر دلی افسوس کیا۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی ادب دوستی کو ہمیشہ سنہرے حروف میں یاد رکھا جائے گا اور وہ دامن ادب میں جو گوہر بھر گئے ہیں، ان کی چمک دمک سدا قائم و دائم رہے گی۔

حواشی

(۱) ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا اصل نام میٹرک کی سند کے مطابق فضل میراں اور والد کا نام محمد حیات نوشاہی ہے۔ آپ ۱۵ جون ۱۹۴۰ء کو شرق پور ضلع شیخوپورہ میں پیدا ہوئے، چشتیہ ہائی اسکول، سانده لاہور سے میٹرک کیا۔ ۱۹۵۷ء میں سیکنڈ ڈویژن میں، بمطابق میٹرک سند، جاری کردہ بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن، پنجاب، سیریل نمبر ۴۳۸۹۷، لاہور، ۲ نومبر ۱۹۵۷ء

(۲) غالب، دیوانِ غالب، (بدایوں: نظامی پریس، س۔ن)، ص ۱۴۵

(۳) http: // urdulughat.info/words/6684

(۴) گوہر نوشاہی کے کلاس فیلو، قصور کے نامور وکیل، میاں طیب حسن سابق سیکرٹری کیبنٹ پاکستان اور مشفق خواجہ کے عزیز تھے۔ ساری عمر شادی نہ کی۔ قصور میں ریلوے اسٹیشن کے قریب رہائش تھی۔

(۵) ارشاد احمد حقانی گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج قصور میں تاریخ کے پروفیسر رہے۔ ۱۹۹۱ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد جنگ اخبار سے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر وابستہ ہوگئے۔ نام ور صحافی تھے۔ ۶ ستمبر ۱۹۲۸ء کو قصور میں پیدا ہوئے۔ ۲۴ جنوری ۲۰۱۰ء کو فوت ہوئے۔ جنگ اخبار میں "حرف تمنا" کے نام سے کالم چھپتا رہا۔ قصور کالج میں راقم الحروف ان کا رفیق کار رہا۔

(۶) ڈاکٹر تبسم کاشمیری کا اصل نام محمد صالحین ہے۔ جنوری ۱۹۴۰ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۴ء میں اورینٹل کالج لاہور سے ایم اے کیا۔ ۱۹۷۳ء میں Ph.D اردو کی سند فضیلت حاصل کی۔ ماہر تعلیم، محقق، مورخ، ماہر لسانیات، شاعر، نقاد، ناول نگار اور بہت سی جہتوں کے مالک ہیں۔ ادبی تحقیق کے اصول اور اردو ادب کی تاریخ ابتدا سے ۱۸۵۷ تک کے علاوہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود جی سی یو لاہور سے وابستہ ہیں۔ جہاں آپ کی زیرِ نگرانی ایم فل اور پی ایچ ڈی اردو کے بیسیوں مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ قصہ کہانی (ناول)، تمثال (شاعری)، نوحے تخت لہور کے (شاعری)، پرندے، پھول، تالاب (شاعری)، باز گشتوں کے پُل پر (شاعری)، کاسنی بارش میں دھوپ (شاعری)، ادبی تحقیق کے اصول (تحقیق)، جاپان میں اردو (تحقیق) آپ کی اہم تصانیف ہیں۔

(۷) محمد اکرام چغتائی نامور محقق، مترجم، نقاد، مدون، تخلیق کار، مؤرّخ، ماہر لسانیات، اقبال شناس ہیں۔ مطالعۂ آزاد، ۱۸۵۷ء (روزنامچے، معاصر تحریریں، یاد داشتیں) اقبال اور گوئٹے، ۱۸۵۷ء مجموعہ خواجہ حسن نظامی، تاریخِ مشغلہ، سر سید احمد خاں، معروف مسلم سائنسدان، ہفت زبانی لغت، محمد حسین آزاد، محمد حسین آزاد اور خانوادۂ آزاد اور دیگر بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ چغتائی صاحب اردو سائنس بورڈ سے بھی وابستہ رہے۔ شعبۂ اسلامی انسائیکلو پیڈیا (دائرہ معارف اسلامیہ) پنجاب یونی ورسٹی میں ریسرچ آفیسر بھی رہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے دوست اور ان کے کاموں کے معترف ہیں۔

(۸) پروفیسر محمد صدیق ظفر اردو کے استاد، محقق، نقاد، سیرت نگار، مدون، مدیر، اقبال شناس کے علاوہ مختلف جہتوں کے مالک ہیں۔

سے حاصل کی۔ AIOU سے اقبال کے خطوط پر ایم فل کا ماس مقالے پر شعبہ اقبالیات سے کی تقریب تقسیم اسناد کے موقع پر انھیں طلائی تمغہ سے نوازا گیا۔ آپ کے پاس کتب اقبالیات کا نادر ذخیرہ موجود ہے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ دیگر مآخذات کا وسیع ذخیرہ رکھتا ہے۔ ۲۰۰۴ء میں آپ نے گورنمنٹ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد تصنیف وتالیف اور نو آموز محققین کی رہنمائی کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ ضعیف العمری میں بھی اللہ تعالیٰ نے قوی حافظ عطا کیا ہے۔ لاہور کی تاریخ، فن خطاطی، اردو بازار لاہور کی تاریخی توقیت سب آپ کو ازبر ہے۔ نام ونمود سے گریز آپ کا ویزہ ہے۔

(۹) محمد ابراہیم ذوق، دیوانِ ذوق، (دہلی: محبوب المطابع، ۱۹۳۲ء)، ص ۱۵۳

(۱۰) غلام قادر شاہ، مثنوی رمز العشق مع چرخی نامہ، مرتبہ: گوہر نوشاہی (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۲ء)، طبع اول، ص ۲۷

(۱۱) ایضاً، ص ۲۸

(۱۲) مظہر علی ولا، بیتال پچیسی، مرتبہ: گوہر نوشاہی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء)، طبع اول، ص ۱۸۶

(۱۳) غلام قادر شاہ، مثنوی رمز العشق مع چرخی نامہ، مرتبہ: گوہر نوشاہی، ص ۳

(۱۴) محمود بیگ راحت، نتائج المعانی، مرتبہ: گوہر نوشاہی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، طبع اول، ص ۳

(۱۵) ایضاً، ص ۵

(۱۶) ڈاکٹر گوہر نوشاہی، مولف، فرہنگ مشترک، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۷ء)، طبع اول، ص ۱۰

(۱۷) ایضاً، مرتبہ، مطالعۂ اقبال (منتخبہ مقالات مجلہ اقبال)، (لاہور، : بزم اقبال ۱۹۸۳ء)، طبع دوم، مئی ۱۹۸۳ء، ص ۳

(۱۸) میر ضیاء الدین عبرت وغلام علی عشرت، پدماوت اردو (تصنیف دوشاعر)، مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، طبع اول، ص ۵۲۱-۵۰۷ تفصیل ان صفحات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۱۹) ڈاکٹر رفاقت علی شاہد، مثنوی، رمز العشق: ایک تحقیقی مطالعہ، کراچی، قومی زبان، اکتوبر، ۱۹۹۵ء، ص ۶۱

مآخذ:

(۱) غالب، مرزا، دیوانِ غالب، بدایوں: نظامی پریس، س۔ن

(۲) ذوق، محمد ابراہیم، دیوانِ ذوق، دہلی: محبوب المطابع، ۱۹۳۲ء

(۳) شاہ، غلام قادر، مثنوی رمز العشق مع چرخی نامہ، مرتبہ: گوہر نوشاہی، لاہور: مجلسِ ترقیِ ادب، ۱۹۷۲ء، طبع اول

(۴) ولا، مظہر علی، بیتال پچیسی، مرتبہ: گوہر نوشاہی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء، طبع اول

(۵) راحت، محمود بیگ، نتائج المعانی، مرتبہ: گوہر نوشاہی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء، طبع اول

(۶) نوشاہی، گوہر، ڈاکٹر، مولف، فرہنگ مشترک، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۱۹۹۷ء)، طبع اول

(۷) ـــــــ، مرتبہ، مطالعۂ اقبال (منتخبہ مقالات مجلہ اقبال)، لاہور، : بزم اقبال ۱۹۸۳ء)، طبع دوم، مئی ۱۹۸۳ء

(۸) عبرت، میر ضیاء الدین، عشرت، غلام علی، پدماوت اردو (تصنیف دوشاعر)، مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء، طبع اول

رسائل:

(۱) ماہنامہ قومی زبان، انجمن ترقیِ اردو پاکستان، کراچی اکتوبر، ۱۹۹۵ء

ویب گاہ

(۱) http: // urdulughat.info/words/6684